بحث ونظر

مولانا مفتی مختار اللہ حقانی *

قسط (4)

عصر حاضر میں ثمن عرفی کیلئے معیار نصاب سونا ہے یا چاندی؟

(۲) اسی طرح ایک شخص کے پاس نقدی نصاب سے کم ہے مگر گھر میں بعض ایسی اشیاء جو حوائج اصلیہ کے علاوہ ہوں موجود ہیں اور ان اشیاء کی قیمت اس نقدی کے ساتھ ملا کر نصاب مکمل ہو جاتا ہے تو تب بھی اس شخص پر قربانی واجب ہے۔ اب اگر وہ شخص قربانی کرے تو نقدی چلی جائے گی اور وہ مقروض ہو جائیگا اور اگر نہ کرے تو عنداللہ مجرم ہوگا

(۳) آج کل تقریباً ہر گھر میں ایک آدھ تولہ سونے کے زیورات ضرور موجود ہوتے ہیں اور سو دو سو روپے نقدی بھی ہر آدمی کے پاس ہوتی ہے جب اس ایک تولہ سونے کی قیمت لگائی جائے تو آج کل کے بھاؤ کے مطابق اس کے -/7500 روپے بن جائیں گے اور چاندی کے حساب سے نصاب تقریباً -/5500 روپے بنتا ہیں جس کی وجہ سے اس آدمی پر قربانی واجب ہو جائے گی اور اگر قربانی کے ایام نہ ہوں تو کم از کم سال بعد اسے زکاۃ دینا ہوگی۔ جب کہ اس آدمی کی حالت یہ ہے کہ وہ صاحب اہل وعیال ہے اور خود زکوۃ کا مستحق ہے تو اسپر زکوۃ لازم کرنا یسر نہیں بلکہ عسر ہے۔

(۴) اگر بالفرض اس کے پاس سونا نہ ہو مگر بعض ایسی اشیاء موجود ہوں جو حوائج اصلیہ سے زائد ہوں تو اب اگر اسکی قیمت کا اعتبار کرلیا جائے اور چاندی کے نصاب سے موازنہ کیا جائے تو یہ شخص اغنیاء میں داخل ہو جائے گا جس کی وجہ سے اس کے لئے زکوۃ لینا جائز نہیں جبکہ اس کے حالات زکوۃ لینے کے متقاضی ہیں۔

(۵) اگر ایک فقیر مسکین شخص کے گھر میں ایک دو بکریاں یا ایک گائے موجود ہو جو اسکی ضرورت سے زائد ہو اگر اسکی قیمت لگائی جائے تو اس پر قربانی لازم ہو جائے گی جو عسر (سختی) ہے لھذا آسانی اسی میں ہے کہ موجودہ کرنسی یا اموال تجارت کی زکوۃ کیلئے سونے کے نصاب کو بنیاد بنایا جائے۔ کیونکہ اسی میں ان جملہ اشخاص کیلئے آسانی ہے ان کے لئے کوئی سختی نہیں۔

۵ پانچویں دلیل:

شرعی ذمہ داریوں اور دیگر امور میں جب کسی پر کوئی تکلیف آتی ہے اور وہ امر اس کیلئے تکلیف اور ضرر کا

* مفتی ومدرس جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک

باعث بنتا ہے تو اس کا ازالہ کرنا شرعاً و عقلاً دونوں طرح لازمی ہے اس کیلئے فقہاء کرام نے ایک قاعدہ لکھا ہے کہ "الضرر یزال" (الاشباہ و النظائر ج ا ' ص ۲۵۰) کہ جب کسی پرضرر (تکلیف) آجائے تو اس کو زائل کیا جائے گا پھر خاص کر جب وہ ضرر عام ہو جائے اور لوگوں کا اس میں ابتلاء زیادہ ہو' آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے جس کو امام مالکؒ نے مؤطا میں حاکم نے مستدرک میں دارقطنی اور بیہقی اپنے اپنے تصانیف میں روایت کی ہے کہ لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام، (الحدیث) ترجمہ۔اسلام میں ضرر یا دوسرے کو اضرار دینا نہیں۔

ابواب الفقہ میں بہت سارے ایسے مسائل موجود ہیں کہ ابتداء ان کا حکم کچھ تھا لیکن پھر ضرر اور تکلیف دہ ہونے کے ناطے سے اس کا ابتدائی حکم تبدیل کیا گیا۔مثلاً علامہ حمویؒ نے لکھا ہے کہ

"وفی النوازل، کتب الفاتحة بالدم علیٰ الجبهة یجوز ولو کتب بالبول ان عرف ان فیه شفاء فلا باس لکن لم ینقل و هٰذا لان الحرمة تسقط عند الاستشفاء الا تریٰ ان العطشان یرخص له شرب الخمر و للجائع المیتة' (حموی علی الاشباه ج ۱۰ ص ۲۵۱ القاعدة الخامسة)

ترجمہ۔ نوازل میں ہے کہ پیشانی پر خون کے ساتھ فاتحہ لکھنا جائز ہے اور اگر پیشاب کے ساتھ لکھے اس شرط پر کہ اس میں شفاء ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اگر چہ یہ منقول نہیں ہے مگر کسی چیز کی حرمت استشفاء کے وقت ساقط ہو جاتی ہے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ پیاسے کے لئے شراب پینا اور بھوکے کیلئے مردار کھانا جائز ہے۔

۲۔اورآگے لکھتے ہیں، فی اللالی التداوی بلبن الاتان اذا اشار الیه لا باس به ؛(حموی علی الاشباه ج ۱۰ ص ۲۵۱، القاعدة الاخامسه)

ترجمہ۔اللالی میں لکھا ہے کہ اگر گدھی کے دودھ میں تداوی کا مشورہ دیا جائے تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں حالانکہ گدھے کے گوشت کی طرح اس کا دودھ بھی صحیح نہیں ہے مگر ازالہ ضرر کے لئے اس کا پہلے والے حکم کو ختم کر کے دوسرا حکم لایا گیا۔

۳۔ اسی طرح خود علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں:

یبتنی علیٰ هٰذه القاعدة کثیر من ابواب الفقه فمن ذٰلک الرد بالعیب و جمیع انواع الخیارات و الحجر بسائر انواعه علیٰ المفتیٰ به و الشفعة فانها للشریک لدفع ضرر القسمة و للجار لدفع ضرر الجار السوء اذا بجیر انها تغلو الدیار مرخص و القصاص و الحدود و الکفارات و ضمان المتلفات (الاشباه و النظائر ج ا ص ۲۵۰ القاعدة الخامسة)

ترجمہ۔اس قاعدۃ پر بہت سارے فقہی ابواب مبنی ہیں اس میں عیب کی وجہ سے مبیعہ کو واپس کرنا' تمام خیارات اور حجر

کے تمام انواع مفتی بہ قول کے اعتبار سے حق شفعہ شریک کو تقسیم میں موجودہ ضرر شفع کے لئے کیا گیا ہے۔ اور پڑوسی کو خراب پڑوسی کے ضرر کو دفع کرنے کے لئے ہی مشروع ہے۔ اسی طرح قصاص، حدود، کفارات اور تلف شدہ اشیاء میں ضمان وغیرہ کے مسائل بھی اس قاعدہ پر مبنی ہیں ۔

جب اتنے سارے ابواب الفقہ کی بنیاد اس قاعدہ پر ہے اور اسی وجہ سے وہ مشروع یا ممنوع قرار پائے ہیں تو غور وفکر کرنے کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ موجودہ دور میں چاندی کے نصاب کو معیار بنانے میں بھی ضرر ہے تو یہ قاعدہ اس ضرر کو زائل کرنے کا متقاضی ہے لہٰذا مناسب یہ ہے کہ جس نصاب میں یسر یعنی آسانی ہے اس کو معیار نصاب بنایا جائے۔ جس طرح ان جملہ نظائر کا ابتداً الگ حکم تھا اور پھر اس میں ضرر پیدا ہوا تو ضرر کی بنا پر وہ حکم تبدیل ہو کر دوسرا قرار پایا گیا۔ تو یہاں بھی ایسا کرنا چاہیے۔

(۶) <u>چھٹی دلیل</u> اسی طرح جہاں مفاسد اور مصالح جمع ہو جائیں تو اسلام نے دفع مفسدہ ،یعنی فساد کو ختم کرنے کو مقدم کرنے کا حکم دیا ہے تا کہ لوگ فتنہ وفساد میں مبتلا نہ ہوں اور جملہ معاشرہ ہر قسم کے فتنہ وفساد سے بالکل پاک وصاف ہو: درء المفاسد اولیٰ من جلب المصالح ،یعنی اذا تعارضت مفسدة و مصلحة قدم دفع المفسدة غالباً: (الاشباہ و النظائر ج ۱ ص ۲۶۴)

ترجمہ۔ مفاسد کو ختم کرنا مصالح کے پیچھے پڑنے سے اولیٰ ہے یعنی جب کسی جگہ فساد اور مصلحت کا تعارض آجائے تو دفع فساد کو مقدم کیا جائے گا۔

بایں بناء اگر ظاہری اعتبار سے چاندی کے نصاب کو معیار بنانے میں فقراء کا فائدہ ہے اور فقہاء کرام کا قول انفع للفقراء بھی مصلحتاً اسی کا تقاضا کرتی ہے مگر دوسری طرف اسی کو معیار نصاب بنانے میں مفاسد بھی بہت سارے ہیں جو آگے ذکر کئے جائیں گے تو اس قاعدہ کا تقاضا یہ ہے کہ اس نصاب کے معیاریت کے لئے مفاسد رکھیں جائیں تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ چاندی کے بجائے سونے کو معیار نصاب بنانا زیادہ مناسب ہے۔

(۷) <u>ساتویں دلیل</u>

فقہی مسائل میں جب مشقت پیدا ہو جائے تو اس میں تیسر (آسانی) پیدا کی جاتی ہے تا کہ لوگ مشقت و تکلیف میں مبتلا نہ ہوں قرآن کریم نے لوگوں کو طاقت کے موافق مکلف بنایا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا (الایة) ترجمہ: کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی اس کے طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کیا‘

تو اس مشکل کو حل کرنے کیلئے فقہاء کرام نے قاعدہ لکھا ہے۔’المشقة تجلب التيسير “ (الاشباہ و النظائر ج ۱ ص ۲۳۶) ترجمہ۔ مشقت آسانی لاتی ہے۔

اس قاعدے کی رو سے بھی سونا مروجہ کرنسی اور اموال تجارت کے لئے سونے کے نصاب کا معیار بننے کا

متقاضی ہے۔ کسی معاملہ میں آسانی پیدا کرنا عادت خداوندی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "یرید اللّٰہ بکم الیسر و لا یرید بکم العسر" الآیۃ یعنی اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور تمھارے ساتھ سختی نہیں چاہتا۔ اور فرماتے ہیں "ما جعل علیکم فی الدین من حرج (الآیۃ)

یعنی اللہ تعالیٰ نے دین میں کوئی سختی (حرج) نہیں رکھی اسی طرح جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ

احب الدین الی اللّٰہ تعالیٰ الحنفیۃ السمحۃ' الحدیث (کلھم فی الاشباہ و النظائر ج ۱ ص ٦٢٢) اللہ تعالیٰ کے ہاں سیدھا اور آسان دین زیادہ محبوب ہے۔ جب دین میں یسر ہے تو ظاہر ہے کہ جب جس مسئلہ میں یسر اور عسر کا تعارض آجائے تو یسر کو ترجیح دی جائے گی۔

اسی وجہ سے فقہاء احناف نے اس شخص سے زکوٰۃ ساقط ہونے کا فتویٰ دیا ہے کہ جس کا مال وجوب زکوٰۃ کے بعد ہلاک ہو جائے، اور مال ہلاک ہونے کے بعد اس کے پاس کچھ بھی نہ رہا ہو۔

علامہ حموی فرماتے ہیں:

اذا ھلک النصاب بعد التمکن من اداء الزکوٰۃ ولم یود سقطت عنہ الزکوٰۃ عندنا لعدم بقاء القدرۃ المیسرۃ التی ھی وصف النماء لانھا کانت ممکنا بدونہ فشرط النماء لیکون المودی عنہ والواجب اذا وجب بصفۃ الیسر لا یبقی عند انتفائھا و الا لا نقلب الیسر عسراً (شرح الاشباہ و النظائر ج۱ ص ۲۳۳ القاعدۃ الرابعۃ)

ترجمہ۔ جب اداء زکوٰۃ کے نصاب پر تمکن کے بعد وہ ھلاک ہو جائے اور ابھی تک اس نے زکوٰۃ ادا نہیں کی ہو تو اس سے ہمارے ہاں زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی اس لئے کہ ابھی اس کو آسانی سے ادائیگی پر قدرت نہیں، جو نماء کی صفت ہے اس لئے کہ بغیر اس کے بھی نماء کا شرط ممکن ہے کہ زکوٰۃ اسی سے اداء کی جائے اور واجب جب صفت یسر کے ساتھ موصوف ہو جائے تو یسر کے انتھاء سے وہ خود منتفی ہو جائیگا ورنہ بصورت دیگر یسر عسر میں تبدیل ہو جائے گی۔

یہی وجہ ہے کہ فقہاء احناف نے عسر اور عموم بلویٰ کو اسباب تخفیف میں شمار کیا ہے۔ علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں،

واعلم ان اسباب التخفیف فی العبادات و غیرھا سبعۃ ......السادس العسر و عموم البلوی کالصلوٰۃ مع النجاسۃ المعفو عنھا کما دون ربع الثوب من مخففۃ و قدر الدرھم من المغلظۃ و نجاسۃ المعذور التی تصیب ثیابہ و بول ترشش علی الثوب قدر رؤس الابر و طین الشوارع الخ (شرح الاشباہ و النظائر ج ا ص ۲۲۸)

ترجمہ: جان لو کہ بیشک عبادات میں تخفیف کے اسباب سات ہیں ۔۔۔ ان میں سے چھٹا عسر اور عموم بلویٰ ہے جیسے معفو نجاست کے ساتھ نماز پڑھنے کا جواز، جو نجاست خفیفہ میں ربع سے کم ہو اور نجاست غلیظہ میں مقدار درھم سے کم ہو

،اور معذور کی نجاست جو اس کے کپڑوں کو پہنچے اور اسی طرح پیشاب کے قطرے کو سوئی کے سر کے برابر ہو اور راستوں کے کیچڑ کے ساتھ نماز پڑھنے کا جواز وغیرہ۔

جب اتنے سارے مسائل میں باوجود نجس غلیظ تخفیف اور یسر کی وجہ سے معفو قرار دیا گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ جس چیز میں بھی عسر اور سختی آجائے تو اس میں تخفیف کی گنجائش ہے، آج کل چاندی کے نصاب کو معیار بنانے میں بھی عسر سامنے آچکا ہے اس عسر کی وجہ سے بہت سارے لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی سے محروم ہیں چاندی کے معیار نصاب کے مطابق اکثر لوگ صاحب نصاب ہیں مگر ظاہر مفلسی کی وجہ سے زکوۃ ادا نہیں کرتے بلکہ الٹا صاحب ثروت لوگوں سے زکوۃ وصول کرتے ہیں۔ لھذا یہ مسئلہ بھی اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ اس میں بھی یسر پیدا کر کے سونے کو معیار نصاب بنایا جائے۔ تاکہ جو لوگ مہنگائی اور مفلسی کی وجہ سے زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ہوں اور وہ چاندی کے نصاب کے مطابق مالدار ہیں، جرم وسزا سے بچ جائے اور ان کے لئے کچھ آسانی پیدا ہو۔ اور ویسے بھی چاندی کو معیار نصاب بنانا مجتہد فیہ مسئلہ ہے فقہاء کرام نے اپنے اجتہاد سے فقراء کی حاجت کو دیکھ کر چاندی کو معیار نصاب قرار دیا تھا۔ اجتہاد اس وقت تک کار آمد رہتا ہے جب تک اس پر عمل آسان ہو اور جب اس پر عمل کرنا مشکل ہو جائے تو اس پر عمل ترک کیا جاتا ہے اور پھر دوبارہ اجتہاد کر کے حالات کے تقاضوں کے موافق اس امر کا حکم تلاش کیا جاتا ہے اور ویسے بھی اسلام میں حالات کی تبدیلی سے اجتہادی احکامات میں تبدیلی لازمی امر ہے۔

آٹھویں دلیل

ان دلائل کے پیش نظر اور ضرورت کے تحت ہمارے برادر اسلامی ملک کویت نے مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا قرار دیا ہے اور اس کو قانونی شکل دی ہے۔ چنانچہ وزارت الاوقات والشؤن الاسلامیۃ سے جاری شدہ رسالے میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

اذا بلغ مایملکه المسلم منها ما قیمته عشرون مثقالاً من الذهب فنحسب البنكنوت علی اساس نصاب الذهب لان لها مقابلا ذهبیا فی بنک الدولة هو مایسمیه الاقتصاد یون بالغطاء الذهبی ......وعلی هذا یجب ان یراعی کل انسان القیمة السائدة للذهب فی بلده و وقت اخراج الزکوٰة (بحوالہ منہاج ص۱۰، ۱۹۹۶ء اپریل تا جون)

جب کوئی مسلمان بیس مثقال (ساڑھے سات تولہ) سونا کی قیمت کا مالک ہو تو ہم اس سونے کی قیمت پر بینک نوٹ کا حساب کریں گے۔ کیونکہ اسٹیٹ بنک اسی سونے کے مقابلے کرنسی جاری کرتا ہے اور معیشت دانوں نے اس کا نام سونے کا غلاف رکھا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ زکوۃ کی ادائیگی کے وقت ہر آدمی سونے کی رائج الوقت

قیمت کا لحاظ رکھے۔

نویں دلیل:

اسی طرح اسلام نے جتنے بھی احکامات کی ادائیگی بنی نوع انسان کے ذمے لاگو کئے ہیں۔ تو اس میں دونوں طرف کا لحاظ رکھا گیا ہے مثلاً زکوٰۃ کو لیا جائے تو اس میں بھی امیر اور فقیر دونوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ کہ زکوٰۃ امیر اور صاحب نصاب اشخاص سے لی جائے اور فقراء و مستحقین میں تقسیم کی جائے اسی طرح رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ کرام نے زکوٰۃ کی وصولی کے لئے جتنے عاملین مقرر کئے تھے۔ ان سب کو یہ حکم تھا کہ زکوٰۃ میں متوسط درجے کا مال وصول کیا کریں، اعلیٰ قسم کا مال بھی نہ لو اس لئے کہ اس میں صاحب مال کا نقصان ہے اور ردی مال بھی نہ لو اس لئے اس میں فقراء کا نقصان ہے درمیانہ مال وصول کرو تا کہ کسی کو ضرر و نقصان نہ پہنچے، گو کہ اس میں نہ فقیر کی حق تلفی ہو اور نہ امیر اور صاحب نصاب کو نقصان ہو۔

چنانچہ امام داؤدؒ نے مراسیل میں حضرت عروۃؓ سے ایک روایت نقل کی ہے:

عن عروة ان النبی ﷺ بعث رجلاً علی الصدقة وامره ان لا یاخذ البکر والشارف وذا العیب وایاک وحذرات انفسهم (اعلاء السنن ۴۶/۹)

حضرت عروۃ فرماتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو صدقہ وصول کرنے کے لئے بھیجا اور اس کو حکم دیا کہ وہ نوجوان اور بوڑھی اور عیب دار اونٹنی نہ لے اور اپنے آپ کو ان کو بہترین مال سے بچائیں۔

اس طرح امام ابوداؤد نے ایک اور روایت نقل کیا ہے:

عن عبداللہ بن معاویة الغافری عن غاضرة بن قیس قال: قال النبی ﷺ ثلاث من فعلهن فقد طعم طعم الایمان من عبداللہ وحده وانه لا اله الا اللہ واعطی زکوٰة ماله طیبة بها نفسه رافدة علیه کل عام ولا یعطی الهرمة ولا الدرنة ولا المریضة ولا الشرط اللئمة ولکن من وسط اموالکم فان اللہ لم یسالکم خیره ولا یأمرکم بشره۔ (ابوداؤد ۲۳/۱ اعلاء السنن ۴۸/۹)

ترجمہ: غافرۃ قیس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص تین کام کرے گا وہ ایمان کا مزہ چکھے گا۔

(۱) جس نے اللہ تعالیٰ کی اکیلے عبادت کی اس اعتقاد کے ساتھ کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

(۲) اور اپنے مال کی زکوٰۃ خوشی سے ہر سال دیتا رہا۔ جسمیں اس نے عمر رسیدہ، ردی، بیمار جانور نہ دیا اور نہ بیکار حصہ دیا بلکہ اپنے درمیانہ مال سے دیا بیشک اللہ تعالیٰ نہ تم سے بہترین چیز کا سوال کرتا ہے اور نہ بے کار چیز کے دینے کا حکم دیتا ہے۔

اسی طرح علامہ عثمانیؒ نے امام طحاویؒ کے حوالہ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایک مکتوب نقل کیا ہے۔

حديث انس في كتاب الفرائض التي كتبه ابو بكر الصديق حين وجه أنساً الى البحرين وفيه "لا يوء خذ في الصدقة هرِمة ولاذات عوار ولا ضبس الغنم. (اعلاء السنن ۹/۴۷)

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب حضرت انسؓ کو بحرین کی طرف عامل بنا کر روانہ کیا تو ان کو ایک مکتوب عنایت فرمایا جس میں لکھا تھا کہ تم زکوٰۃ میں عمر رسیدہ، عیب دار جانور اور بکریوں میں بکرے کو نہ لو۔

ان تینوں روایات سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام نے امیر کا خیال بھی رکھا ہے کہ کہیں اس کو ضرر نہ ہو اور جہاں جہاں اسکو ضرر ہو وہاں وہاں اس کو بچانے کا حکم دیا ہے کہ عامل اس کو ضرر دے کر عمدہ مال وصول نہ کرے بلکہ اسکا خیال رکھے اس لئے علامہ کاسانیؒ نے لکھا ہے:

ومنها ان يكون وسطاً ليس للساعي ان تاخذ الجيد ولا الردى الامن طريق التقويم برضا صاحب المال لماروى عن رسول الله ﷺ انه قال للسعاة اياكم وحرازت اموال الناس وخذوا من اوساطها وروى انه قال للساعي اياك وكرائم اموال الناس وخذ من حواشيها واتق دعوة المظلوم فانها ليس بينها وبين الله حجاب (بدائع الصنائع ۲/۳۳)

زکوۃ کی وصولی کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ زکوٰۃ کا مال متوسط ہو، عامل جید اور ردی مال وصول نہ کرے گا ہاں قیمت میں اور وہ بھی اس وقت جب صاحب کو مال کی رضا سے ہو تو اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے عاملین کو فرمایا کہ لوگوں کے عمدہ اموال لینے سے بچتے رہو بلکہ درمیانہ مال وصول کرو ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عامل سے فرمایا کہ اپنے آپ کو لوگوں کے عمدہ اموال سے بچا ان سے درمیانہ مال وصول کرو اور مظلوم کی بددعائی سے بچو اس لئے کہ اس کی بددعا اور اللہ کے مابین کوئی حجاب نہیں۔

بلکہ علامہ صاحب ایک اور روایت نقل کرتے ہیں:

وفي الخبر المعروف انه رأى في ابل الصدقة ناقة كوماء فغضب على الساعي وقال ألم انهكم عن اخذ كرائم اموال الناس (بدائع الصنائع ۲/۳۳)

ایک مشہور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کے اونٹوں میں ایک مضبوط اونٹنی کو دیکھا تو عامل پر غصہ ہوئے اور فرمایا کیا میں نے تم کو لوگوں کے عمدہ مال لینے سے منع نہیں کیا تھا۔

علامہ صاحب خود اس نہی کی علت بیان کرتے ہیں: لان مبنى الزكاة على

مراعاة الجانبين وذلك في اخذ الوسط لما في اخذ الخيار من الاضرار بارباب الاموال وفي اخذ الارذال من الاضرار بالفقرأ فكان نظر الجانبين في اخذ الوسط (بدائع الصنائع ۲/۳۳)

بیشک زکاۃ کا مبنی یہ ہے کہ اس میں جانبین کی رعایت ہو اور یہ رعایت وسط مال کے لینے میں ہے اس لئے عمدہ مال لینے میں ارباب اموال کو ضرر ہے اور بے کار مال لینے میں فقرأ کو ضرر ہے اور یہ جانبین کی رعایت صرف درمیان مال لینے میں ہے۔

اس لئے فقہاء احناف نے عمدہ مال لینے سے منع کیا ہے تاکہ ارباب اموال کو ضرر نہ ہو۔

وكذا فسره محمد في المنتقى ولا يوخذ في الصدقة الربى بضم الراء ولا الماخض ولا الاكيلة ولا فحل الغنم قال محمد الربى التي تربي ولدها والاكيلة التي تسمن للاكل والماخض التي في بطنها ولد (بدائع الصنائع ۲/۳۳)

محمد نے منتقی میں اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ صدقہ میں ربی ماخض اور اکیلۃ' جانور اور بکریوں کے تیس (بکرا) نہ لیا جائے محمد کہتا ہے کہ ربی وہ ہے جو بچے کو دودھ پلاتی ہو اور اکیلۃ وہ ہے جس کو ذبح کرنے کے لئے موٹا کیا گیا ہو اور ماخض وہ ہے جس کے پیٹ میں بچہ ہو۔

جب یہ بات ثابت ہوئی کہ زکوۃ کے معاملہ میں جانبین کی رعایت کی جائے گی صرف انفع للفقراء کو نہیں دیکھا جائے گا بلکہ ارباب اموال کی اضرار کو بھی مدنظر رکھنا ہوگا اب جب ہم چاندی کے معیار نصاب بننے پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا معیار بنانا نہ صرف ارباب اموال کے لئے مضر ہے بلکہ موجودہ حالات کے مطابق فقراء کیلئے بھی مفید نہیں اس لئے اب یہ روایات اس بات کا متقاضی ہیں کہ سونے کو موجودہ کرنسی اور دیگر اموال تجارت کیلئے معیار نصاب قرار دیا جائے اور اس میں جانبین کا لحاظ ہے اور اسی سے فلسفہ زکوۃ پورا ہوگا۔

<u>دسویں دلیل:</u>

اسی طرح اسلام نے زکوۃ مالدار پر فرض کیا ہے کہ اغنیاء اپنے اموال کا بعض حصہ فقراء کو دیں تاکہ انکی حاجت روائی ہو جائے اسی وجہ سے شریعت مقدسہ نے نصاب متعین کیا کہ اتنے مقدار مال کا مالک صاحب نصاب غنی ہے اور جس کے پاس اتنا مال نہ ہو وہ غنی نہیں۔اسی طرح اس کی ادائیگی کے لئے مختلف قسم کی شرائط قائم کی۔

نقد میں سے چاندی کا نصاب ۱/۲ ۵۲ تولہ اور سونے کا کا نصاب ۱/۲ ۷ تولہ رکھا' اس وقت ان دونوں دھاتوں کی قیمت اتنی مقدار میں برابر تھی یعنی بیس مثقال (۲۰۰ سو) دراھم کے مساوی تھے' مگر زمانہ کے مرور کے ساتھ ساتھ چاندی کی قیمت گھٹتی گئی۔علامہ قرضاوی نے لکھا ہے کہ دور خلفأ راشدین میں ایک دینار بارہ دراھم کے برابر

ہوا۔ پھر پندرہ کے پھر بیس کے پھر تیس کے حتیٰ کہ اس دور میں زمین و آسمان کا فرق ہوا۔ کہ ۱/۲ ۵۲ تولہ کی قیمت ۵۰ ریال اور ۱/۲ ۷ تولہ کی قیمت ۱۵۰۰ یا اس سے زیادہ ریال۔ (فتاوی معاصرہ ۲۸۶۱)

تو ۵۰ ریال کے مالک کو کوئی بھی مالدار نہیں کہے گا اور نہ کہتا ہے اور یہ فلسفہ نظام زکوۃ کے خلاف ہے' اگر اب بھی چاندی ہی کو معیار نصاب قرار دیا جائے تو یہ حکم حکمت وفلسفہ زکوۃ کے خلاف ہوگا الٹا فقراً پر بھی زکوۃ دینا لازم ہو جائے گی جبکہ زمانہ کے حالات کے پیش طرف وہ خود زکوۃ لینے کا حقدار ہے۔ لہذا ان دلائل کے پیش نظر حالات کے تقاضوں کے موافق مناسب یہی ہے کہ موجودہ دور میں اموال تجارت اور مروجہ کرنسی کے لئے سونے کے نصاب کو معیار قرار دیا جائے اس لئے کہ اس دور میں چاندی کے نصاب کو معیار قرار دینے میں بہت سارے مضرات کا سامنا ہے۔

چاندی کے نصاب کے مضرات:

موجودہ دور کے حالات کو مدنظر رکھ کر چاندی کے نصاب کو معیار بنانے میں کئی مضرات کا سامنا درپیش ہے جس میں چند بطور نمونہ ذکر کئے جاتے ہیں۔

۱۔ اگر چاندی کے نصاب کو معیار بنایا جائے تو یہ نصاب صرف زکوۃ کے لئے نہیں ہوگا بلکہ قربانی اور صدقۃ فطر کے لئے بھی ہوگا اگر چہ اضحیۃ (قربانی) اور صدقۃ فطر زکوۃ سے دیگر شرائط میں مختلف ہیں۔

(ا) مال پر سال کا گزر جانا زکوۃ میں ضروری ہے اور قربانی یا صدقۃ فطر میں شرط نہیں لہذا اگر کوئی شخص عید الاضحیٰ کے دن ۶۰۰۰ روپے کا مالک ہوا تو اس پر قربانی واجب ہے جبکہ یہ شخص اس رقم سے اپنے اہل عیال کے نان ونفقہ پورا کرنے کیلئے زیادہ محتاج ہے۔

(ب) زکوۃ کے نصاب میں نمو اور نیت تجارت شرط ہے بخلاف قربانی کے کہ وہاں نمو اور نیت تجارت کی کوئی شرط نہیں بغیر اس کے بھی اس مال میں قربانی واجب ہے' بشرطیکہ وہ حوائج اصلیۃ سے زائد ہو۔ لہذا اگر کسی کے گھر میں ایک گائے سے زائد گائیں یا دیگر سامان ہو اور ان کی قیمت ۵' ۶ ہزار کے برابر ہو تو اس شخص پر قربانی واجب ہے جبکہ اس آدمی کے پاس قربانی کیلئے نقد رقم نہیں تو لازماً اس گائے یا سامان کو فروخت کرنا پڑے گا جو ضرر سے خالی نہیں ہے۔

۲۔ اسی طرح اگر کسی کے پاس ایک تولہ سونا ہو اور ۱۰' ۲۰ روپے نقدی ہو تو اس شخص پر بھی قربانی واجب ہے جبکہ وہ مفلس آدمی ہے اپنی اولاد کو دو وقت کی روٹی مہیا نہیں کرسکتا تو اسے لازماً قربانی کے لئے سونا فروخت کرنا پڑے گا جو زمانہ کے لحاظ سے ضرر اور بسا اوقات سبب فتنہ وفساد ہے۔ .... (جاری ہے)

خط و کتاب کرتے وقت اپنا
خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں